ناول

ناول نگاری ادب کی ایک شاخ ہے۔ ہماری زندگی، ماحول اور روزمرہ کے معاملات کی عکاسی اس فن کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ناول مغربی ادب کی دین ہے۔

فیلڈنگ نے ناول کی تعریف اس طرح کی ہے۔'ناول نثر میں ایک طربیہ کہانی ہے۔' یعنی اس کے نزدیک المیہ کہانی ناول کے موضوع سے باہر ہے۔فیلڈنگ کی یہ تعریف وقیع اور جامع نہیں۔ انگلستان کی ایک ادیبہ کلارا دیوز اس فن کی تعریف کرتے ہوئے کہتی ہے۔'ناول اس زمانے کی زندگی اور معاشرت کی سچی تصویر ہے جس زمانے میں وہ لکھا جائے۔' غرضکہ ناول نگاری کا مقصد حقیقی زندگی کی ترجمانی ہے گویا ناول حیات کی تعبیر پیش کرتا ہے۔

ناول کے اجزائے ترکیبی درج ذیل ہیں:

پلاٹ، کردار، ماحول، مکالمہ، جذبات نگاری، فلسفۂ حیات، زبان

اردو ناول کے فن کو فروغ دینے والوں میں مولوی نذیر احمد، رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر، راشدالخیری، محمد طیب، مرزا محمد ہادی رسوا قابل ذکر ہیں۔ ان کے بعد کی نسلوں میں کرشن چندر، ممتاز مفتی، عبداللہ حسین، قرۃ العین حیدر، عصمت چغتائی، رامانند ساگر، خدیجہ مستور، رضیہ سجاد ظہیر، رضیہ فصیح احمد، صالحہ عابد حسین، جیلانی بانو، آمنہ ابوالحسن، عبدالصمد، غضنفر، مشرف عالم ذوقی اور حسین الحق وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس کے بعد بھی ناول نگاروں کی ایک طویل فہرست ہے جو اس فن کو جلا بخشنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

رتن ناتھ سرشار

سرشار کا اصل نام پنڈت رتن ناتھ تھا اور سرشار تخلص رکھتے تھے۔ ان کی پیدائش 1847ء میں لکھنؤ میں ہوئی۔ سرشار کے والد کا نام پنڈت تیج بہادر تھا۔ سرشار کشمیر کے باعزت برہمن خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ سرشار کی عمر صرف چار سال کی تھی کہ پنڈت تیج بہادر کا انتقال ہوگیا۔ چنانچہ سرشار کا بچپن اپنی ماں کے ساتھ گذرا۔ ماں کی سرپرستی میں سرشار نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ عربی، فارسی اور اردو زبانیں سیکھیں۔ سرشار بچپن ہی سے ذہانت اور جودتِ طبع سے آراستہ تھے۔

سن شعور کو پہنچنے کے بعد سرشار نے اینگلو عربک کالج لکھنؤ میں داخلہ لیا۔ لیکن طبیعت میں لاابالی پن تھا۔ اس لیے بغیر کوئی سند لیے ہی کالج کو خیرباد کہہ دیا۔ جب فکر معاش دامن گیر ہوئی تو کھیری ضلع کے ایک اسکول میں معلم ہوگئے۔ وہیں سے سرشار کی ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ اسی دوران انہوں نے ایک کشمیری رسالہ 'مراسلہ کشمیری' کے لیے مضامین لکھنا شروع کیا۔ اس کے علاوہ دیگر رسائل کے لیے بھی مضامین لکھتے تھے۔ ان مضامین کی وجہ سے ایک ادیب کی حیثیت سے سرشار کی ایک پہچان بن گئی۔

اسکول کی ملازمت میں قلیل مدت تک رہ کر سرشار لکھنؤ واپس آگئے۔ منشی نول کشور سے ملاقات ہوئی اور 'اودھ اخبار' کے مدیر ہوگئے۔ اسی زمانہ میں 'فسانۂ آزاد' کی تصنیف کا آغاز ہوا۔ یہ مضمون 1878-79 میں ایک سال تک مسلسل شائع ہوتا رہا۔ پھر 1880ء میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوگیا۔ سرشار کی مشہور تصانیف میں 'فسانۂ آزاد' کے علاوہ جامِ سرشار، سیر کہسار اور کامنی وغیرہ ہیں۔ لیکن 'فسانۂ آزاد' کی وجہ سے سرشار کو لازوال ادبی شہرت حاصل ہوئی۔

1894ء کے آس پاس سرشار 'اودھ اخبار' کی ادارت سے سبکدوش ہوکر حیدرآباد چلے گئے۔ وہاں سرشار کو فراغت و خوش حالی کی زندگی حاصل ہوئی۔ شاندار مستقبل اور شہرت کے دروازے کھلے ہوئے تھے لیکن خوش حالی کا ایک منفی نتیجہ سامنے آیا کہ سرشار وہاں کی خوش حالی میں مے نوشی سے سرشار ہوگئے جس نے سرشار کی تخلیقی قوتوں کو رفتہ رفتہ سلب کرلیا یہاں تک کہ سرشار کی صحت تیزی سے گرنے لگی اور 55 سال کی عمر میں 31 جنوری 1903ء کو وہیں ان کا انتقال ہوگیا۔

عبرت اور نصیحت

لبِ چشمہ سار، لطافت بار، ایک گلشن پر بہار، روکشِ گلزار، فرخار میں، ایک پری تمثال جادو جمال نوجوان عورت، نچھڑی بڑی دوب پر سفید چاندنی بچھائے بصد ناز و انداز دلربائی و شان برنائی متمکن ہے۔ سامنے ایک ادھیڑ عورت کھڑی باتیں کر رہی ہے۔ نوجوان عورت کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑی مصیبت سے بچ نکلی ہے۔ ہنس ہنس کر اپنی پچھلی مصیبت کی نسبت گفتگو کرتی ہے۔

نوجوان: (لو) اف بڑی مصیبت سے اللہ نے بچایا۔

خادمہ: کیسی کچھ

نوجوان: مگر سچ کہنا، کیا تدبیر سوجھی ہے۔ کیوں؟

خادمہ: اللہ جانتا ہے، اور کیوں کو نہ سوجھتی۔

نوجوان: مگر پتہ لگاتے رہیں گے، اب کیا کیفیت ہے۔

خادمہ: میں روز روز کا کچا چٹھا سناؤں گی۔

نوجوان: ہاں خوب یاد آیا۔ تم سے کیا واسطہ، مرے تو ہم۔

خادمہ: اللہ نہ کرے۔

نوجوان: اف! اس وقت تم سے ہنسی کیوں کر ضبط ہو سکی۔

خادمہ: بیوی مارے ہنسی کے برا حال تھا، اور ان کی یہ کیفیت کہ ڈھاڑیں مار مار کر روتیں۔ تو میں سمجھاؤں، کہ دیکھو دیکھو ایسا نہ ہو سب راز کھل جائے کہ زہر کھایا ہے۔ بڑی دل لگی ہوئی۔ چہرہ زرد ہو گیا، اور ایک دفعہ بڑی زور سے آہ سرد بھر کر نعرہ مارا، اور گر پڑے کہا، ہائے افسوس اس کے پیچھے اوقات ضائع کی، مگر نتیجہ یہ نکلا۔ بڑی دیر تک لڑتے رہے، کہ میں بھی ساتھ چلوں گا میں نے کہا کچھ خبر ہے میاں۔ ہوش کی دوا کرو۔ ہم اسے اللہ جانے کس تدبیر سے دفنائیں۔ کس راہ سے جنازہ لے جائیں۔ ہمارا گاؤں، ہمارا محلہ، تم لاش لے کر نکلو، تو محلے بھر میں ہلڑ مچ

جائے۔ بہت روئے پیٹے۔

نوجوان: ان کو اپنے تن بدن کی تو سدھ ہی نہیں۔ میں کھانا نہ دیتی تو دو دو دن تک فاقہ ہی کرتے۔ جب کہوں، کھانا کھالو کہیں، خدمت گار کو بلاؤ، افضل، تفضل، فضل، یہ وہ۔ خدا جانے کیا کیا بکتے تھے۔ واہی تباہی۔ ایک دن کہہ بیٹھے کہ تم ہو کیا بے چاری۔ میں ایسی پری کے ساتھ نکاح کروں کہ تم بھی شرما جاؤ۔ بس دل پر ملال گزرا۔ دن میں سو سو بار بے ہودہ بکیں۔ ہاتھی لاؤ، گھوڑا کسو، کنگھی نکالو۔ الٰہی توبہ ناک میں دم کر دیا۔ مارے رنج کے کھانا پینا حرام تھا۔ بارے خدا خدا کر کے مصیبت سے بچی۔

خادمہ: ہاں یہ تو سچ، مگر آپ نے اچھا نہ کیا۔

نوجوان: یہ کیوں؟

خادمہ: ہم ہوتے تو ضرور نکاح کر لیتے۔ آدمی صورت دار، ہزاروں روپیہ پاس، شریف، پڑھا لکھا، بدنہیں، مفت میں ایسے روپے والے کو ہاتھ سے کھو دیا۔ کوئی پوچھے ملا کیا تم کو۔

نوجوان عورت نے اس فقرے پر آہ سرد کھینچ کر کہا، تم کو کیا معلوم کہ ہم نے کس کو دل دیا ہے۔ اس کو دل دیا ہے جو اپنا دل کسی اور ہی کو دے چکا، مگر خیر خدا ہمارا بھی مالک ہے۔ یہ ایک راز کی بات ہے۔ ہم کسی پر ظاہر نہ کریں گے۔

ناظرین باتمکین سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ یہ دونوں عورتیں کون ہیں، ان میں ایک جوگن ہے دوسری چمپا۔ اب اکثر اصحاب کو حیرت ہوگی کہ جوگن تو مرگئی تھی۔ انھوں نے زہر کھایا تھا۔ چمپا کا بھائی لاش کو دفنا آیا تھا۔ یہ پیدا کہاں سے ہو گئیں۔ سبب سنئے۔

حقیقت حال یوں ہے کہ جوگن نے چمپا کے ذریعہ سے ایک شخص کو بلایا تھا وہ موم کے کھلونے بنانے میں طاق تھا۔ جوگن نے اس کو بلا کر کہا کہ ایک عورت بنالاؤ۔ مگر ہاتھ پاؤں، نقشہ، چہرہ قد و قامت، بعینہ ہمارا ہی سا ہو۔ چنانچہ وقت مقررہ پر وہ لے آیا۔ جوگن چلی گئی۔ چمپا نے ایک چادر اوڑھادی اور چراغ گل کر دیا۔ باقی حال ناظرین کو خود ہی معلوم ہے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ چمپا بار بار کہتی تھی کہ آپ ساتھ نہ چلئے، آپ الگ ہی رہئے، آپ غل نہ مچایئے۔ بڑی حسن لیاقت سے چمپا نے موم کی عورت کو اٹھوایا۔ شہسوار کو ذرا بھی نہ معلوم ہو کہ انھوں نے کیا کاروائی کی ہے۔

جوگن: میں اپنا حال کیا بتاؤں۔ میری تقدیر نے کس قدر پلٹے کھائے۔ افسوس پہلے کیا تھی پھر کیا ہوئی۔ اب کیا ہوں اور آئندہ خدا جانے کیا ہو، بے حیائی کی زندگی ہے کاٹے نہیں کٹتی۔

سنو چمپا! اللہ جانتا ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہم فنس پر سوار ہو کر ٹھسّے سے نکلتے تھے۔ بارہ بارہ سولہ سولہ کہار فنس اٹھاتے تھے اور یا ایک زمانہ اب ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ لونڈیا اور اصیلیں تھیں۔ یا اب ایسا وقت آن پڑا۔

ہائے یہ سب ہماری حماقت اور آوارگی کا نتیجہ ہے۔ نہیں تو یہ دن ہم کیوں دیکھتے۔ اور اس میں ہمارے والدین کا بھی قصور تھا کہ ایک سن رسیدہ آدمی سے بیاہ کر دیا جس کے منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ ہماری زندگی تلخ کردی۔ فعل بد کا نتیجہ بھی بد ہے۔ ہائے ستم! میں نے کیا کیا۔ اس وقت اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میری یہ درگت ہوگی تو کیوں ایسا کرتی۔

چمپا: بیوی جو کچھ آپ نے کہا سو کیا۔ ہمیں اس کا حال نہیں معلوم مگر بہت برا کیا کہ اس خوبصورت روپے والے کے ساتھ نکاح نہیں پڑھوایا۔ اب بھی سویرا ہے اور وہ آپ پر جان دیتا ہے۔

جوگن: چمپا تم کو ہمارے بھید سے اطلاع ہوتی، تو تم ایسا نہ کہتیں۔

چمپا: اب لے مجھے کیا معلوم۔

جوگن: ہائے افسوس میں نے کیا کیا۔ بڑی بری گھڑی تھی۔ یا خدا جو گت میری ہوئی۔ کسی شریف زادی کی نہ ہو۔

یہ کہہ کر جوگن بہت روئی۔ چمپا نے لاکھ لاکھ سمجھایا مگر آنسو نہ رکے۔ کیوں کر رکتے خدا جانے کیا آیا تھا

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو
رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

جوگن نے چمپا سے کہا، تم مجھے سمجھاتی کیا ہو، میری قسمت میں یہی لکھا ہے کہ میں عمر بھر رویا کروں۔ میں اپنی حماقت اور بے وقوفی اور غلطی پر روتی ہوں۔ یا خدا! کبھی کوئی شریف زادی ایسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو۔ چمپا متحیر تھی۔ اس کو جوگن کے درد دل کی خبر نہ تھی۔ بہ اصرار کہا کہ بیوی اب کسی اور بات کا ذکر چھیڑو۔ اللہ جانے آپ کو اس وقت کیا یاد آیا میری عقل ہی نہیں کام کرتی۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کسی شخص نے یہ شعر پڑھا۔

نہ داغِ یاس سے گھبرا بر آئے گی امید
گلوں کے بعد ہوا کرتے ہیں ثمر پیدا

جوگن نے جو یہ شعر سنا تو ذرا ڈھارس ہوئی۔ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ کہ یہ آواز کہاں سے آئی آخر کار ایک پیر مرد نظر آیا۔ جوگن اور پیر مرد کی آنکھیں چار ہوئی تو پیر مرد نے جوگن سے کہا اگر مضائقہ نہ ہو تو میں تیرے قریب آن کر بیٹھوں ورنہ خیر۔

جوگن: زہے نصیب آیئے۔

پیر مرد: میں بڑی دیر سے دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنا حال تباہ کرتی ہے۔ دو گھنٹے سے زار زار روتے دیکھا۔ اس کے دو ہی سبب ہیں، یا فراق و دردِ اشتیاق یا افعال بد پر نفس کو لعنت و ملامت کرتی ہے۔

جوگن: ہاں کچھ ایسا ہی ہے۔

جوگن نے کہا جب میں نے آپ کو دیکھا تب بھی ڈر گئی تھی وجہ یہ کہ آپ کے نہ داڑھی ہے اور نہ مونچھ اور پوشاک بھی دنیا سے نرالی ہے۔ پیر مرد نے مسکرا کر کہا۔ ہاں ہے تو ایسا ہی، مگر میری شکل اور وضع کا خیال نہ کرو۔ میری نصیحت پر دھیان رکھو۔

یہ کہہ کر پیر مرد نے جوگن سے التجا کی، کہ اگر جی چاہے اور عیب نہ سمجھو تو میرے ساتھ میرے گھر چلو۔

جوگن: کوئی عذر نہیں۔

پیر مرد: جھٹپٹے وقت چلو۔

جوگن: جب حکم ہو۔

جب آفتاب لبِ بام آیا تو پیر مرد جوگن کو لے کر اپنے گھر کی طرف چلے، چمپا ساتھ ساتھ تھی۔

چمپا: کیا آپ کا مکان یہاں سے دور ہے؟

پیر مرد: نہیں پاس ہی ہے۔

چمپا: پیسہ ڈولی، ٹکا ڈولی۔

پیر مرد: دو قدم ہے۔

جوگن: اس قدر بتا دیجیے کہ وہاں کون کون ہوگا؟

پیر مرد: میں اور ایک خادمہ۔

جوگن: بس تو پھر کیا حرج ہے۔

تھوڑی دیر میں پیر مرد نے کہا 'لو یہ مکان ہے۔ جوگن اور چمپا کو لے کر اپنے مکان میں داخل ہوئے اور کہا کہ تم دونوں یہاں صحن میں موڈھوں پر بیٹھو۔ میں آتا ہوں ابھی ابھی آیا یہ کہہ کر پیر مرد دالان کے اندر گئے، چراغ روشن ہوا، اور خادمہ نے آن کر کہا چلیے آپ کو بلاتے ہیں اور چمپا سے کہا تم یہیں بیٹھی رہو۔ جوگن جانے لگی تو چمپا نے کان میں کہا کہ ہمیں کچھ دال میں کالا کالا معلوم ہوتا ہے۔ اکیلا مکان، تیرہ و تاریک چراغ اب روشن ہوا۔ کبھی کی جان نہ پہچان۔ آپ نہ جایئے تو اچھا۔

جوگن: گھبراؤ نہیں خدا مالک ہے۔

چمپا: جیسی خوشی ہو۔

جوگن بے جھجک کمرے کے اندر چلی گئی۔ دیکھا کہ صاف ستھرے کمرے میں فرش مکلف بچھا ہے۔ چراغ روشن ہے۔ مگر مکیں ندارد خادمہ سے پوچھا پیر مرد کہاں گئے۔

خادمہ: (مسکرا کر) آتے ہیں۔

اتنے میں جوگن کیا دیکھتی ہے کہ ایک بوڑھی عورت کوٹھری میں سے برآمد ہوئی۔ جوگن کے پاس آن کر بیٹھی۔ جوگن نے کہا: آیئے۔ کیا آپ بھی اسی مکان میں رہتی ہیں۔

ضعیفہ: پہچانا؟

جوگن: کبھی دیکھا ہو تو پہچانوں۔ بن دیکھے کوئی کسی کو کیا پہچانے۔

ضعیفہ: مجھ کو دیکھا ہے آپ نے۔

جوگن: دیکھا ہوگا یاد نہیں آتا۔

ضعیفہ: سوچیے، غور کیجیے۔

جوگن: (خادمہ سے) پیر مرد کو بلاؤ۔ کہو صاحب اب آیئے۔

خادمہ: (ہنس کر) بہت خوب بلاتی ہوں۔

جوگن: اس میں ہنسی کی کوئی بات تھی۔ میں سمجھی نہیں۔

ABSOL SOLUTION PATNA

خادمہ: حضور کس کو بلواتی ہیں؟

جوگن: وہ جو پیر مرد ہمارے ساتھ آئے تھے۔ ہم کو ساتھ لائے تھے۔

خادمہ: وہ یہ کیا بیٹھے ہیں۔ (مسکرا کر) ہیں کہ نہیں۔

ضعیفہ: میں نے تو عمداً پوچھا کہ پہچانا۔ میں پیر مرد نہیں عورت ہوں۔

جوگن: میں نے تو پہلے ہی کہا تھا آپ سے کہ داڑھی نہ مونچھ اور مردانہ وضع بھی عجیب وغریب، مگر نہیں سمجھی تھی کہ مرد نہیں ہیں۔ اچھا دھوکہ ہوا۔ آپ عورت ہیں۔

ضعیفہ: اب تم چین سے یہاں رہو اور جو کہنا، سننا، اور پوچھنا مشورہ لینا ہو، میں حاضر ہوں۔

سنو! اب میں تم سے اپنا حال صاف صاف بیان کردوں۔ میرا خاص پیشہ یہ ہے کہ شریفوں کی بہو بیٹیوں کو امور نیک کی تعلیم دوں، اور سیدھے دھرے پر لگاؤں تم دس پندرہ ہی دن اگر میرے ساتھ رہو گی تو سب حال تم پر کھل جائے گا کہ میں کیا کاروائی کرتی ہوں۔ اور کن کن شریف خاندانوں میں میرا گزر ہے۔ سب لوگ مجھ کو استانی بی بی کہتے ہیں۔

منجملہ اور خاندانوں کے استانی جی نے حسن آرا اور سپہر آرا کا بھی ذکر کیا کہ ان کے یہاں بھی میں جاتی آتی ہوں۔ جوگن ان دونوں کا نام سن کر چونک پڑی۔ متحیر ہو کر پوچھا کہ آپ ان کو جانتی ہیں؟

استانی: بخوبی دونوں بہنوں کو مثل اپنی خاص لڑکیوں کے سمجھتی ہوں۔

الفاظ و معنی

برآمد ہونا	۔	نکلنا
فرش مکلف	۔	سجایا ہوا فرش
خادمہ	۔	خدمت کرنے والی، دایہ
پیر مرد	۔	بوڑھا مرد
لب، چشمہ سار	۔	چشمہ کی طرح ہونٹ
پری تمثال	۔	پری کی طرح
دوب	۔	گھاس

بصد ناز و انداز	۔	سینکڑوں، ناز و نخرے کے ساتھ
متمکن	۔	جلوہ افروز
دلربائی	۔	محبوب کا انداز
کیفیت	۔	حالت
واسطہ	۔	تعلق
ضبط ہونا	۔	برداشت ہونا
ڈھاڑیں مار کر رونا	۔	زار و قطار رونا
چہرہ زرد ہونا	۔	گھبراہٹ سے پیلا پڑ جانا
اوقات ضائع ہونا	۔	وقت برباد ہونا
ہلڑ مچنا	۔	ہنگامہ ہونا
فاقہ ہونا	۔	بھوک مرنا
واہی تباہی	۔	فضول بکواس
ناک میں دم کرنا	۔	پریشان کرنا
رنج	۔	تکلیف
ناظرین	۔	پڑھنے والے، دیکھنے والے
سبب	۔	وجہ
چراغ گل ہونا	۔	چراغ بجھا دینا
غل مچانا	۔	ہنگامہ کرنا
حسن لیاقت سے	۔	اچھے طریقے سے
ٹھسے سے نکلنا	۔	شان سے نکلنا
اصیل	۔	لونڈی، کنیز
فعل بد	۔	برا کام
ستم	۔	ظلم

آپ نے پڑھا

- آپ نے سرشار کے لکھے ہوئے ایک ناول کا تھوڑا سا حصہ پڑھا جس میں ایک خادمہ اور اس کی مالکن یعنی جوگن اور چمپا کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ بعد میں ایک بوڑھی عورت بھی سامنے آتی ہے جو اس جوگن کی اصلاح کے لیے کمر بستہ ہے۔

آپ بتائیے

1. سرشار کی پیدائش کب ہوئی؟
2. سرشار کا تعلق کس خاندان سے تھا؟
3. سرشار کا اصل نام کیا تھا؟
4. فسانۂ آزاد کے مصنف کون ہیں؟
5. سرشار کا انتقال کہاں اور کب ہوا؟

مختصر گفتگو

1. سرشار کا مختصر خاندانی پس منظر بیان کیجیے۔
2. سرشار کی تصنیفات کا تذکرہ کیجیے۔
3. اودھ اخبار سے سرشار کے تعلقات کا مختصر تذکرہ کیجیے۔

تفصیلی گفتگو

1. سرشار کی زندگی کے حالات بیان کیجیے۔
2. سرشار کی نثر نگاری کا عمومی جائزہ لیجیے۔
3. اردو میں ناول نگاری پر ایک مضمون سپردِ قلم کیجیے۔

آیئے، کچھ کریں

1. اپنے استاد کی مدد سے غیر مسلم اردو شعرا و ادبا کی ایک فہرست تیار کیجیے۔
2. طلبہ کے ساتھ لائبریری میں جا کر اردو داستانوں کی ایک فہرست بنائیے۔

مضمون

کسی خاص موضوع پر جو تحریر لکھی جائے اسے ادبی اصطلاح میں مضمون کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کے لیے Essay لفظ مخصوص ہے۔

مضمون کے متعدد اقسام ہیں اور اکثر موضوع یا انداز تحریر کی وجہ سے انہیں الگ سے پہچانا جاتا ہے۔ جس تحریر میں شعروادب کی تفہیم اور تعبیر وتشریح کی جائے، اسے تنقیدی مضمون کہا جاتا ہے۔ جس تحریر میں لکھنے والے کا نظر علمی ہو، اسے علمی مضمون کہا جائے گا۔ جس مضمون میں مضمون نگار ظریفانہ رخ اختیار کرے، اسے ظریفانہ مضمون کہا جائے گا۔ اس طرح انشائیہ بھی مضمون کی ایک قسم ہے۔

غیر افسانوی نثر میں مضمون نویسی کی اہمیت مسلم ہے۔ سر سید احمد خاں سے لے کر مہدی افادی تک ہر ادیب نے مضامین لکھے۔

حالات اور ضرورت کے تحت اس صنف کی نئی قسمیں بنتی رہی ہیں۔